

رمضان المبارک کے احکام و مسائل

تحریر: حافظ صلاح الدین یوسف، لاہور

اس مضمون میں روزے سے متعلق ضروری احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں، مثلاً روزے کے واجبات و آداب کیا ہیں؟ رمضان المبارک میں کون سی دعائیں مسنون ہیں؟ اس کے فوائد اور فضائل کیا ہیں؟ روزہ کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا؟ اور اسلام میں اس کی اہمیت کیا ہے؟ وغیرہ۔ مختصراً ان باتوں کا ذکر ہوگا، وباللہ التوفیق۔

روزے کی اہمیت: روزے کی اہمیت تو اسی سے واضح ہے کہ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے (بنی الاسلام علی خمس، شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة وصوم رمضان وحج البيت) (صحیح بخاری) ”اسلام کی بنیادیں پانچ ہیں (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) اور بیت اللہ کا حج کرنا، (اگر استطاعت حاصل ہو جائے)۔“

روزے کی تعریف: اس کے لغوی معنی تو ”رک جانے کے ہیں“ اور شرعی اصطلاح میں یہ اللہ کی ایک عبادت ہے جس میں ایک مسلمان اللہ کے حکم سے تمام مفطرات سے، طلوع فجر سے غروب شمس تک، رکا رہتا ہے، مفطرات کے معنی ہیں، روزے کو توڑ دینے والی چیزیں، جیسے کھانا، پینا، بیوی سے ہم بستری کرنا، یہ ساری چیزیں اگرچہ حلال ہیں، لیکن روزے کی حالت میں یہ چیزیں ممنوع ہیں، اس لئے اللہ کی رضا کیلئے اللہ کے حکم پر فجر سے لے کر سورج ڈوبنے تک، ان تمام چیزوں سے بچ کر رہنے کا نام روزہ ہے۔

روزے کا مقصد: اس تعریف اور عمل سے ہی روزے کا وہ مقصد واضح ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روزے کا حکم دیتے ہوئے ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳] کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ تقویٰ کا مطلب ہے، دل میں اللہ کا ڈر اور اس کا خوف اس طرح جاگزیں ہو جائے کہ ہر کام کرنے سے پہلے انسان یہ دیکھے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟ حلال ہے یا حرام؟ اس سے اللہ راضی ہوگا یا ناراض؟

روزے سے یہ تقویٰ کس طرح حاصل ہوتا ہے، جب ایک مسلمان روزے کی حالت میں گھر کی چار

دیواری کے اندر بھی، جہاں اس کو کوئی دیکھنے والا ہوتا ہے نہ اس کا کوئی مواخذہ کرنے والا ہوتا ہے، کھاتا ہے نہ پیتا ہے، اور نہ بیوی سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے، کیوں؟ محض اس لئے کہ اللہ نے روزے کی حالت میں ان چیزوں سے اسے روک دیا ہے، تو پورے ایک مہینے کی تربیت سے، بشرطیکہ انسان خلوص دل اور کامل اذعان اور شعور سے کوشش کرے، اس کے دل میں اللہ کا خوف راسخ ہو جاتا ہے اور یہ بات اس کے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے کہ جب روزے کی حالت میں اللہ کے حکم سے حلال چیزوں سے بھی اجتناب کرتا رہا ہوں، تو جو چیزیں اللہ نے ہمیشہ کے لئے حرام قرار دی ہوئی ہیں، ان کا ارتکاب میرے لئے کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ یا اگر مجھے اللہ کی رضا مقصود ہے تو میں اللہ کی نافرمانی والے کام کیوں کروں؟

مختلف حالات اور اعتبارات سے لوگوں کی قسمیں:

- ۱۔ روزہ ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔
- ۲۔ نابالغ بچے پر روزہ فرض نہیں، تاہم ان کی طاقت کے مطابق ان سے روزے رکھوائے جائیں تاکہ ایک تو وہ اس کے عادی ہو جائیں، دوسرے ان کے اندر یہ شعور پختہ ہو جائے کہ بالغ ہونے کے بعد روزہ رکھنا ان کیلئے ضروری ہوگا، جیسے حکم ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز پڑھنے کی تلقین کی جائے اور دس سال کی عمر میں بچے کو ڈائٹ ڈپٹ کر نماز پڑھوائی جائے، اس کا مقصد بھی نماز کی اہمیت و فرضیت کا احساس اس کے اندر پیدا کرنا ہے۔
- ۳۔ مریض اگر روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرے یا روزہ رکھنے سے اس کے مرض میں اضافے کا اندیشہ ہو تو وہ بیماری کی حالت میں روزہ نہ رکھے، تاہم چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء بعد میں ضروری ہے۔
- ۴۔ یہی حکم ان عورتوں کیلئے ہے جو حمل سے ہوں یا ان کی گود میں شیر خوار بچہ ہو، اگر روزہ رکھنے میں وہ تکلیف محسوس کریں یا بچے کی بابت انہیں کوئی اندیشہ ہو یا ڈاکٹر اس قسم کی ہدایت دے، تو حاملہ اور مرضہ عورتیں روزہ چھوڑ سکتی ہیں، لیکن بعد میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء ضروری ہے۔
- ۵۔ عورتوں کو حیض اور نفاس کے ایام میں روزے رکھنا ممنوع ہیں، حیض کا مطلب، ماہواری ہے اور نفاس کا مطلب، زچگی (ولادت) کے ایام ہیں۔ جب تک ولادت کا خون بند نہ ہو جائے، نفاس کی حالت شمار ہوگی، اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے اور کم سے کم کوئی تعین نہیں، جب بھی خون بند ہو جائے، وہ پاک سمجھی جائیں گی اور غسل طہارت کے بعد ان کیلئے نماز اور روزے کا اہتمام (اگر ماہ رمضان ہو) ضروری ہوگا۔ حیض اور نفاس کی حالت میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء ضروری ہے۔

۷۔ جو شخص روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو، جیسے کوئی شخص دائمی مریض ہو، جس کی صحت یابی کی امید نہ ہو، یا بہت بوڑھا آدمی، جس کی طاقت و توانائی ختم ہو چکی ہو، یہ دونوں چونکہ روزہ نہیں رکھ سکتے، اس لئے یہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں، ان کیلئے اطعام مسکین کا فدیہ روزہ رکھنے کے قائم مقام ہو جائے گا۔

۷۔ مجنون (پاگل) یا وہ شخص جس کے ہوش و حواس مختل ہو جائیں اور اس کے اندر کسی چیز کی تمیز کرنے کا شعور باقی نہ رہے، اسی طرح زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے کسی کی عقل ماؤف ہو جائے اور وہ بھی ہوش و تمیز سے عاری ہو جائے، ظاہر بات ہے کہ یہ تینوں قسم کے افراد روزہ نہیں رکھ سکتے، لیکن یہ فدیہ طعام مسکین کے بھی مکلف نہیں ہیں۔

۸۔ کسی شخص کو کوئی اضطراری حالت لاحق ہو جائے، جیسے کسی ڈوبتے شخص کو بچانے کیلئے دریا یا سمندر میں غوطہ زنی کی ضرورت پیش آجائے، یا جلتی آگ میں سے انسانوں کو باہر نکالنے کا کام کرنا پڑ جائے، اس قسم کی اضطراری حالت میں روزہ توڑے بغیر کچھ کرنا مشکل ہو تو روزہ توڑ دینا جائز ہے، لیکن بعد میں اس کی قضاء ضروری ہے۔

۹۔ مسافر، سفر میں وقت محسوس کرے، تو اس کیلئے روزہ چھوڑنا جائز ہے، اس کی قضاء بعد میں ضروری ہے، اسی طرح وہ لوگ جو ہمیشہ ہی سفر پر رہتے ہوں، جیسے بسوں، ریلوں وغیرہ کے ڈرائیور، یا بسلسلہ ملازمت ایک شہر سے دوسرے شہر میں روزانہ سفر کرنے والے حضرات، ان کیلئے اگرچہ روزہ چھوڑنا جائز ہے لیکن روزوں کی قضاء ان کیلئے ضروری ہے، اس لئے سفر عارضی ہو یا دائمی، روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کی تو رخصت اور اجازت ہے لیکن ان کیلئے روزوں کی معافی نہیں ہے، ان کیلئے رمضان کے روزے پورے کرنے ضروری ہیں، اگر سفر کی وجہ سے رمضان میں نہیں رکھیں گے تو رمضان کے بعد روزوں کی قضاء ضروری ہے۔

روزے کے ضروری احکام:

۱۔ وجوب نیت: فرض روزوں کیلئے رات کو طلوع فجر سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرنا ضروری ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے (من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام لہ) [سنن ابی داؤد] ”جس نے فجر سے پہلے پہلے رات کو روزے کی نیت نہ کی، اس کا روزہ نہیں“۔ رمضان المبارک میں رات کو ہر مسلمان کی نیت ہوتی ہے کہ اس نے صبح روزہ رکھنا ہے، علاوہ ازیں فجر کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے اس نے سحری بھی کھانی ہوتی ہے، اس اعتبار سے نیت تو بہر حال ہوتی ہی ہے، کیونکہ نیت کا محل، دل ہے نہ کہ زبان، یہی وجہ ہے کہ روزہ رکھنے کی نیت

کے کوئی الفاظ نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، اور یہ جو عام کینڈروں میں روزے کی نیت کے الفاظ لکھے بہتے ہیں (بصوم غدویت من شہر رمضان) بالکل بے اصل ہیں، اس کی کوئی سند نہیں ہے، اس لئے ان الفاظ کا پڑھنا گناہ ہے، کیونکہ یہ نبی ﷺ سے ثابت ہی نہیں ہیں۔

۲۔ روزے کا وقت: طلوع فجر سے غروب شمس تک ہے، صبح صادق سے پہلے پہلے سحری کھالی جائے اور پھر سورج کے غروب ہونے تک تمام مفطرات سے اجتناب کیا جائے۔

۳۔ سحری ضروری کھائی جائے: بعض لوگ سحری کھانا ضروری نہیں سمجھتے اور رات کو ہی کھانی کر سوجاتے ہیں یا آدھی رات کو کھالیتے ہیں۔ یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ (فصل ما بین صیامنا وصیام اہل الکتاب اکلۃ السحر) [صحیح مسلم] ”ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان فرق کرنے والی چیز، سحری کا کھانا ہے۔“ یعنی اہل کتاب سحری نہیں کھاتے اور مسلمان سحری کھا کر روزہ رکھتے ہیں، اس لئے سحری ضروری کھانی چاہیے، چاہے ایک کھجور یا چند گھونٹ پانی ہی ہو، اس میں برکت بھی اور جسمانی قوت کا ذریعہ بھی ہے، اور یہ دونوں چیزیں روزہ نبھانے کیلئے ضروری ہیں، اس لئے نبی ﷺ نے سحری کو غذائے مبارک سے تعبیر فرمایا ہے۔ [سنن ابی داؤد] ایک اور حدیث میں فرمایا (السحور اکلہ بركة فلاتدعوہ ولو ان یجرع احد کم جرعة من ماء، فان اللہ عزوجل وملائکتہ یصلون علی المتسحرین) [فتح الربانی: ۱۰/۱۶] ”سحری کا کھانا باعث برکت ہے، اس لئے اسے نہ چھوڑو، چاہے کوئی ایک گھونٹ پانی ہی پی لے، کیونکہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں، یعنی اللہ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی ﷺ کا معمول اور طریقہ مبارک یہ تھا کہ سحری فجر سے تھوڑی دیر پہلے بالکل آخری وقت میں کھایا کرتے تھے، روزے داروں کیلئے اس طریق نبوی کے اپنانے میں بڑے فائدے ہیں، مثلاً فجر کی نماز میں سستی نہیں ہوتی، سحری سے فراغت کے فوراً بعد نماز فجر کا وقت ہو جاتا ہے، انسان آسانی سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے اور روزے کی ابتداء اور انتہاء کے درمیان وقفہ کم ہو جاتا ہے، جس سے روزے دار کو سہولت مل جاتی ہے، وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ”صوم وصال“ یعنی بغیر کچھ کھائے پیئے مسلسل روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ [بخاری و مسلم]

۴۔ روزہ کھولنے میں جلدی کرنا: ایک سنت، نبی ﷺ کی یہ بھی ہے کہ روزہ کھولنے میں تاخیر نہ کی جائے، بلکہ جلدی کی جائے، جلدی کا مطلب، سورج کے غروب ہونے سے قبل روزہ کھولنا نہیں ہے، بلکہ سورج کے غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر فوراً روزہ کھولنا ہے۔ جیسے بعض لوگ سورج غروب ہونے کے بعد اتنا اندھیرا اچھا

جانے کو ضروری سمجھتے ہیں کہ تارے نظر آنے لگ جائیں۔ نبی ﷺ کے زمانے میں یہود و نصاریٰ کا یہی معمول تھا، اس لئے آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم یہود و نصاریٰ کے برعکس سورج کے غروب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کرو۔ نبی ﷺ نے فرمایا: (لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر) [صحیح بخاری و مسلم] ”لوگ اس وقت تک ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جب تک روزہ کھولنے میں جلدی کریں گے۔“

۵۔ روزہ کس چیز سے کھولا جائے: حضرت انسؓ سے روایت ہے (کان رسول الله ﷺ يفطر على رطبات قبل ان يصلی، فان لم تكن رطبات فعلى تمرات فان لم تكن حسا حسوات من ماء) [سنن ابی داؤد] ”نبی ﷺ کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھوڑوں سے روزہ کھولتے، اگر چھوڑے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ نوش فرما لیتے۔“..... ہمارا معمول اس نبوی معمول سے کتنا مختلف ہے، ہمارے ہاں افطاری کے وقت انواع و اقسام کے پھل فروٹ کے علاوہ چٹ پٹی اور مصالحے دار چیزوں کی بھی فراوانی ہوتی ہے، جس سے معدے میں بھی گرانی ہو جاتی ہے، جو صحت کیلئے سخت مضر ہے، ہمیں بھی ان تکلفات کی بجائے سادگی کو ہی اختیار کرنا چاہیے، اس میں اخروی اجر و ثواب بھی ہے اور دنیوی فائدہ بھی۔

۶۔ قبولیت دعاء کا وقت: سارا دن اللہ کی رضا کیلئے بھوک پیاس برداشت کرنے اور اپنی جنسی خواہش پر کنٹرول کرنے کی وجہ سے ایک مومن کو اللہ کے ہاں ایک خاص مقام حاصل ہو جاتا ہے، اس لئے افطاری کے وقت قبولیت دعاء کا بھی بہت امکان ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا (للصائم عند فطره لدعوة ماترد) [سنن ابن ماجہ] ”افطاری کے وقت روزے دار کی دعاء رد نہیں کی جاتی۔“

۷۔ افطاری کے وقت کون سی دعا پڑھی جائے: اس سلسلے میں ایک دعایہ مشہور ہے۔ (اللهم لك صمت وعلی رزقك افطرت) لیکن یہ مرسل روایت ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف شمار ہوتی ہے۔ ایک دوسری دعاء ہے جو عام کیلنڈروں میں لکھی ہوتی ہے۔ (اللهم لك صمت و بك آمنت و علیك توكلت و علی رزقك افطرت) یہ دعا بالکل بے سند اور بے اصل ہے، ایک تیسری دعاء ہے جو نبی ﷺ افطاری کے وقت پڑھتے تھے۔ (ذهب الظماء وابتلت العروق و ثبت الأجر ان شاء الله) [ابوداؤد] ”پیاس دور ہوگئی، رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔“

اس کی سند حسن درجے کی ہے، [مشکوٰۃ ملا البانی: ۱/۶۲۱] اس لئے بہتر ہے کہ افطاری کے وقت یہی دعا پڑھی جائے، اگرچہ شیخ البانی نے دوسری مرسل روایت کو بھی شواہد کی بنا پر قابل قبول قرار دیا ہے، لیکن بعض دوسرے علماء شیخ البانی کی اس رائے سے متفق نہیں اور وہ اسے ضعیف ہی قرار دیتے ہیں، واللہ اعلم

۸۔ روزہ کھلوانے کا ثواب: نبی ﷺ نے فرمایا (من فطر صائما او جهز غازيا فله مثل اجره) [رواہ البیہقی] ”جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلویا، یا کسی غازی کو تیار کیا، تو اس کیلئے بھی اس کے برابر اجر ہے۔“ روزہ کھلوانے کا یہ اجر ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق حاصل کر سکتا ہے، اس کیلئے پر تکلف دعوت کی ضرورت نہیں۔

۹۔ روزے دار کیلئے حسب ذیل چیزوں سے اجتناب ضروری ہے:

☆ جھوٹ سے..... جیسے نبی ﷺ نے فرمایا (من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه) [صحیح بخاری] ”جس شخص نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا، تو اللہ عزوجل کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔“ یعنی اللہ کے ہاں اس کے روزے کی کوئی اہمیت نہیں۔

☆ لغو اور رفٹ سے..... نبی ﷺ نے فرمایا (ليس الصيام من الأكل والشرب وانما الصيام من اللغو والرفث، فان سابك احد او جهل عليك فقل انى صائم انى صائم) [صحیح ابن خزیمہ] ”روزہ صرف کھانا پینا (چھوڑنے کا) نام نہیں ہے، روزہ تو لغو اور رفٹ سے بچنے کا نام ہے، اس لئے اگر تجھ کو کوئی سب و شتم کرے یا تیرے ساتھ جہالت سے پیش آئے تو تو کہہ دے، میں تو بھی روزے دار ہوں، میں تو روزے دار ہوں۔“

☆ لغو..... ہر بے فائدہ اور بے ہودہ کام کو کہتے ہیں، جیسے ریڈیو اور ٹی وی کے لچر اور بے ہودہ پروگراموں کا سننا اور دیکھنا ہے، تاش، شطرنج اور اس قسم کے دیگر کھیل ہیں، فحش ناول، افسانے اور ڈرامے ہیں، دوست احباب کے ساتھ خوش گپیاں، چٹلیاں، بے ہودہ مذاق اور دیگر ناشائستہ حرکتیں ہیں۔

رفٹ کا مطلب، جنسی خواہشات پر مبنی باتیں اور حرکتیں ہیں، یہ لغو و رفٹ روزے کی حالت میں بالخصوص ممنوع ہیں، اس لئے تمام مذکورہ باتوں اور حرکتوں سے اجتناب کیا جائے۔ اسی طرح کوئی لڑنے جھگڑنے کی کوشش کرے، گالی گلوچ کر کے اشتعال دلائے، تو روزے دار اس جہالت کے

مقابلے میں صبر و دل اور درگزر سے کام لے اور دوسرے فریق کو بھی اپنے مل سے یہ وعظ و نصیحت کرے کہ روزے کی حالت میں بالخصوص جدال و قتال سے بچنا اور قوت برداشت سے کام لینا چاہیے۔

جھوٹ اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب کا مطلب ہے کہ روزے میں نہ جھوٹی بات کرے، نہ دجل و فریب پر مبنی کوئی حرکت، جیسے دکان میں بیٹھ کر گاہکوں سے جھوٹ بولے یا ان کو دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کرے، جیسا کہ بد قسمتی سے بے شمار دوکانداران حرکتوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ حرکتیں ہر وقت ہی ممنوع ہیں، لیکن روزہ رکھ کر ان حرکتوں کا ارتکاب تو بہت بڑی جسارت اور غفلت شعاری کا عجیب مظاہرہ ہے، ایسے ہی لوگوں کی بابت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

”کتنے ہی روزے دار ہیں جن کو سوائے پیاس کے، روزہ رکھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی شب بیدار ہیں جن کو بے خوابی کے سوا، شب بیداری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا“۔ [رواہ الدارمی]

روزے دار کیلئے کون کون سے کام جائز ہیں:

۱۔ حالت جنابت میں سحری کھا کر روزہ رکھا جاسکتا ہے، تاہم نماز کیلئے غسل کرنا ضروری ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں (ان النبی کان یدرکہ الفجر وهو جنب من اہلہ ثم یغتسل ویصوم) [صحیح بخاری و مسلم] ”نبی ﷺ کی (بعض دفعہ) اس طرح فجر ہوتی کہ آپ ہم بستری کرنے کی وجہ سے جنبی ہوتے، (اسی حالت میں آپ سحری کھا لیتے) اور پھر غسل کر کے روزہ رکھ لیتے“۔ یعنی جنابت سحری کھانے اور روزہ رکھنے میں مانع نہیں ہے، البتہ نماز میں مانع ہے، اس لئے نماز سے قبل غسل ضروری ہے۔

۲۔ روزے دار مسواک کر سکتا ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے (لو لا ان اشق علی امتی لامرتہم بالسواک مع کل صلاة) [صحیح بخاری و مسلم] ”اگر میری امت پر یہ بات گراں نہ ہوتی تو میں انہیں حکم دیتا کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں“۔ نبی ﷺ کا یہ فرمان عام ہے، جس میں روزے دار اور غیر روزے دار دونوں شامل ہیں۔ اگر روزے کی حالت میں مسواک کرنا صحیح نہ ہوتا تو نبی ﷺ اس کی ضرور وضاحت فرمادیتے اور روزے دار کو مسواک کرنے سے منع فرمادیتے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزے دار، زوال سے پہلے مسواک کر لیا کرے، لیکن زوال کے بعد نہ کرے، لیکن یہ بے اصل بات ہے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کی تاکید ہے اور اس سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے،

۳- اس لئے روزے دار ہر وقت مسواک کر سکتا ہے، اور مسواک ہی کی طرح ٹوتھ پیسٹ کرنا بھی جائز ہے۔ روزے دار کبھی بھی کر سکتا ہے اور ناک میں پانی بھی ڈال سکتا ہے، تاہم روزے کی حالت میں ناک میں

پانی ڈالنے میں احتیاط سے کام لے اور اس میں مبالغہ نہ کرے، جبکہ عام حالات میں اس میں مبالغہ کرنے کا حکم ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے (وبالغ فی الاستنشاق الا ان تکون صائما) [سنن ابی داؤد] ”اور ناک میں خوب اچھی طرح سانس کھینچ کر پانی ڈال، مگر جبکہ تو روزے دار ہو“۔ یعنی روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالنا تو جائز ہے، کیونکہ وہ وضو کا ایک حصہ ہے، لیکن اس میں مبالغہ نہیں کرنا، یعنی سانس کھینچ کر پانی ناک کے اندر لے جانے کی کوشش نہیں کرنا۔

۴- روزے دار کیلئے بیوی کا بوسہ لینا اور اس سے مباشرت کرنا (معانقہ کر کے بغل گیر ہونا) جائز ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے (کان النبی ﷺ يقبل ويباشر وهو صائم ولكنه كان املككم لاربه)

[صحیح بخاری] ”رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے اور مباشرت کر لیا کرتے۔ لیکن آپ اپنی حاجت پوری کرنے میں بہت زیادہ قدرت رکھنے والے تھے“۔ مطلب حضرت عائشہؓ کا یہ ہے کہ آپ کو اپنے جذبات اور خواہشات پر بڑا کنٹرول حاصل تھا، اس لئے بیوی سے بوسہ و کنار کرتے وقت آپ سے یہ اندیشہ نہیں تھا کہ آپ جذبات محبت میں بے قابو ہو کر اس سے تجاوز کر جائیں گے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ روزے کی حالت میں بیوی سے بوسہ و کنار اگر چہ جائز ہے، لیکن یہ جائز کام صرف وہی شخص کرے جس کو اپنے جذبات پر کنٹرول ہو، بصورت دیگر اس سے باز رہے۔ اس بات کو علماء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ نوجوان آدمی کیلئے بیوی سے بوسہ و کنار کرنا مکروہ ہے اور عمر رسیدہ شخص کیلئے غیر مکروہ، کیونکہ نوجوان سے تجاوز کا خطرہ ہے، بوزھے آدمی سے تجاوز کا خطرہ نہیں۔

۵- روزے کی حالت میں ایسا ٹیکہ لگوانا جائز ہے جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو بلکہ صرف بیماری کا علاج ہو، علاج کیلئے ٹیکہ بیرونی دوائی کی حیثیت رکھتا ہے، وہ معدے میں جاتا ہے نہ اس سے کوئی خوراک ہی حاصل ہوتی ہے۔

۶- اسی طرح روزے کی حالت میں سینگی لگوائی جاسکتی ہے، یعنی فصد کے ذریعے سے گندہ خون نکلوایا جاسکتا ہے، دانت نکلوایا جاسکتا ہے۔ نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی ہے۔ [بخاری]

۷- آنکھوں میں سرمہ لگانا، کان یا آنکھ میں دوائی کے قطرے ڈالنا جائز ہے، چاہے اس کا اثر حلق میں بھی

محسوس ہو لیکن اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں (ولم يرانس والحسن و ابراهيم بالكحل للصائم باسًا) [صحیح بخاری] ”حضرت انسؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت ابراہیمؓ کے نزدیک روزے دار کیلئے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

۸۔ روزے دار کھانا چکھ سکتا ہے، بشرطیکہ حلق میں نہ جائے، اسی طرح دانتوں میں دوائی ملی جاسکتی ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں (لا بأس ان يتطعم القدر او الشئ) [صحیح بخاری] ”روزے دار اگر ہانڈی یا کوئی اور چیز چکھ لے، تو کوئی حرج نہیں۔“

کن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

۱۔ جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ بھول چوک سے کھالے یا جبر سے کوئی اس کو کچھ کھلا دے گا تو روزہ برقرار رہے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا (اذانسی فاكل وشرب فليتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه) [صحیح بخاری] ”جب کوئی بھول کر کھاپی لے، تو اس کو چاہیے کہ وہ روزہ پورا کر لے (اس کو توڑے نہیں) اس لئے کہ اللہ نے اس کو کھلایا اور پلایا ہے۔“ حتیٰ کہ بھول کر بیوی سے ہمبستری بھی کر لے گا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۲۔ جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، البتہ طبیعت کی خرابی سے خود بخود قے آجائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا (من ذرعه قبيء وهو صائم فليس عليه قضاء وان استقاء فليقض) [سنن ابی داؤد] ”جس کو خود قے آگئی (اس کا روزہ برقرار ہے) اس پر قضاء نہیں، اگر اس نے جان بوجھ کر قے کی تو اس کو چاہیے کہ وہ تضادے۔“

۳۔ بیوی سے ہمبستری کرے گا تو نہ صرف روزہ ٹوٹ جائے گا بلکہ اس کو اس کی قضاء کے ساتھ کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا اور کفارہ ہے ایک گردن آزاد کرنا، یا بلاناغہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ [مشفق علیہ، کتاب الصوم]

۴۔ گلوکوز یا خون یا کوئی اور غذائی مواد کسی ذریعے سے اندر داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ اس کا مقصد پیٹ کے اندر چیز کا پہنچانا ہے، جو مفطر صوم ہے۔

۵۔ حیض اور نفاس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، چاہے کسی وقت بھی اس کا آغاز ہو۔

- ۶۔ حالت بیداری میں استمناء بالید (مشت زنی) یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے سے یا بیوی کے ساتھ بوس و کنار کرنے سے منی کا انزال ہو جائے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا، تاہم احتلام (یعنی خواب میں منی خارج ہو جانے) سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ یہ غیر اختیاری فعل ہے، جب کہ پہلی صورتیں اختیاری ہیں۔
- ۷۔ نکسیر پھوٹ جائے یا کسی اور وجہ سے خون بہہ جائے، تو اس کی کو دور کرنے کیلئے خون چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، گویا جسم سے خون کا نکلنا مفسد صوم نہیں، البتہ خون چڑھانا مفسد صوم ہے۔

قضاء کے بعض مسائل:

- ۱۔ جو روزے بیماری، سفر یا حیض و نفاس کی وجہ سے رہ جائیں، رمضان کے بعد بلا تاخیر جلد سے جلد رکھنے چاہئیں، تاہم ان کیلئے تو اترا ضروری نہیں، یعنی وقفے وقفے سے بھی وہ پورے کئے جاسکتے ہیں۔
- ۲۔ جس طرح کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے کچھ فرض نمازیں ہوں، تو ان کی ادائیگی ضروری نہیں، اسی طرح کوئی شخص زندگی میں روزہ رکھنے کی قوت سے محروم ہو جائے تو اس کی طرف سے زندگی ہی میں اس کے بدلے ایک مسکین کو روزانہ کھانا کھلانا تو ضروری ہے (جیسا کہ پہلے گزرا) تاہم اس کی طرف سے روزوں کی قضاء ضروری نہیں۔
- ۳۔ البتہ کسی کے ذمے نذر کے روزے ہوں اور وہ زندگی میں نہ رکھ سکا ہو، تو ان کی قضاء و رثاء کیلئے ضروری ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے (من مات و علیہ صیام، صام عنہ ولیہ) [صحیح بخاری] ”جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں، تو وارث اس کی طرف سے روزے رکھیں۔“
- اس حدیث میں فوت شدہ شخص کے ذمے رہ جانے والے روزوں کی قضائی کا جو حکم ہے، دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق نذر کے روزوں سے ہے نہ کہ رمضان کے روزوں سے۔ تاہم بعض علماء نے اس میں دو قسم کے افراد کو شامل کیا ہے، ایک وہ بیمار، جس کو رمضان کے بعد بحالت صحت روزوں کی قضا کا موقع ملا لیکن اس نے تساہل سے کام لیا اور روزے نہ رکھے، حتیٰ کہ فوت ہو گیا، دوسرا وہ شخص جس کے روزے سفر کی وجہ سے رہ گئے، رمضان کے بعد اسے روزہ رکھنے کا موقع ملا لیکن اس نے بھی تساہل کی وجہ سے روزے نہیں رکھے، حتیٰ کہ فوت ہو گیا، ان دونوں کے ذمے بھی فرض روزے رہ گئے، جن کی ادائیگی ان کے ورثاء کی ذمہ داری ہے۔

بے نمازی کا روزہ مقبول نہیں: آج مسلمانوں میں نماز جیسے اہم فریضے سے غفلت عام ہے، حالانکہ یہ ایسا فریضہ ہے کہ جس سے کفر و اسلام کے درمیان فرق و امتیاز ہوتا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے (العہد الذی بیننا وبينہم الصلاة فمن ترکها فقد کفر) [ترمذی]، وہ عہد جو ہمارے (مسلمانوں) اور کافروں کے درمیان ہے۔ وہ نماز ہے۔ جس نے نماز کو ترک کر دیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ گویا نماز دین کا وہ ستون ہے جس پر دین اسلام کی عمارت استوار ہوتی ہے، لیکن مسلمان اتنی شدید غفلت میں مبتلا ہیں کہ بہت سے لوگ روزہ رکھنے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے۔

یاد رکھیے! اس طرح روزہ رکھنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ جب بے نمازی پر کفر تک کا حکم لگایا گیا ہے، تو کفر کے ساتھ روزہ رکھنے کا کیا مطلب؟ کافر کا تو کوئی عمل مقبول ہی نہیں، پھر بے نمازی کا روزہ کیونکر مقبول ہوگا؟

قیام اللیل یعنی نماز تراویح کے بعض مسائل:

۱۔ نبی ﷺ ہمیشہ قیام اللیل یعنی نماز تہجد کا اہتمام فرماتے تھے، لیکن ایک رمضان میں آپ نے تہجد کی یہ نماز تین دن باجماعت ادا فرمائی، آپ کے ساتھ صحابہؓ نے بھی نہایت ذوق و شوق کے ساتھ تین دن یہ نماز پڑھی، چوتھے دن بھی صحابہؓ قیام اللیل کیلئے آپ کے منتظر رہے، لیکن آپ حجرات سے باہر تشریف نہیں لائے اور اس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ مجھے یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں رمضان المبارک میں یہ قیام اللیل تم پر فرض نہ کر دیا جائے، اس لئے اس کے بعد یہ قیام اللیل بطور نفلی نماز کے انفرادی طور پر ہوتا رہا۔ نبی ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں یہی معمول رہا، حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت تمیم داری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں اس قیام اللیل کا باجماعت اہتمام کریں، چنانچہ حضرت عمرؓ کے حکم پر دوبارہ اس سنت کا احیاء عمل میں آیا، جسے رسول اللہ ﷺ نے خواہش کے باوجود فرض ہو جانے کے خوف سے چھوڑ دیا تھا۔

۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قیام اللیل فرض یا سنت مؤکدہ نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت نفلی نماز کی ہے۔

۳۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد رسالت و عہد صحابہؓ میں اسے قیام اللیل کہا جاتا تھا، یعنی تہجد کی نماز، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر رات کے آخری پہر، طلوع فجر تک ہے، اس وقت کے دوران کسی بھی وقت اسے پڑھا جاسکتا ہے۔

۴۔ وقت کی اس وسعت اور گنجائش کی وجہ سے اس نماز تہجد کو رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے فوراً بعد

پڑھ لیا جاتا ہے تاکہ کم از کم رمضان میں زیادہ سے زیادہ لوگ قیام اللیل کی فضیلت حاصل کر سکیں، اور اسی وجہ سے اس کی جماعت کا بھی اہتمام ہوتا ہے، کیونکہ فرداً فرداً ہر شخص کیلئے اس کا پڑھنا مشکل ہے۔

۵۔ بعد میں اس قیام اللیل کو تراویح کا نام دے دیا گیا اور اسے رمضان کی مخصوص نماز سمجھا جانے لگا، حالانکہ یہ

رمضان کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ یہ رمضان کی کوئی مخصوص نماز ہی ہے، یہ قیام اللیل یا نماز تہجد ہی ہے جس کا پڑھنا سارا سال ہمیشہ ہی مستحب اور اہل صلاح و تقویٰ کا معمول رہا ہے، اسلئے اسے اول وقت میں اور باجماعت پڑھنے یا نایام رکھنے کی وجہ سے تہجد سے مختلف نماز سمجھنا بالکل بے اصل اور بے دلیل بات ہے۔

۶۔ نبی ﷺ کا قیام اللیل یا نماز تہجد میں کتنی رکعت پڑھنے کا معمول تھا؟ اس کی وضاحت صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ وہ وتر کے علاوہ آٹھ رکعت اور وتر سمیت گیارہ رکعت ہے۔ (ما

كان النبي ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة) [صحیح بخاری و مسلم] ”نبی ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے“۔ حضرت عائشہؓ نے یہ وضاحت ابوسلمہؓ کے اس سوال پر فرمائی تھی کہ نبی ﷺ کی رمضان میں (رات کی نماز) کس طرح ہوتی تھی۔ اس سوال کے جواب میں جو کہا گیا کہ گیارہ رکعت ہی آپؐ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے، تو رمضان کے ساتھ غیر رمضان کا ذکر کر کے یہ بات سمجھا دی کہ جو غیر رمضان میں آپ کی تہجد کی نماز ہوتی تھی، وہی رمضان میں آپ کی تراویح ہوتی تھی۔

نبی ﷺ نے تین راتیں جو باجماعت قیام اللیل فرمایا، ان میں بھی آپ نے آٹھ رکعات اور تین وتر ہی پڑھائے۔ [قیام اللیل للمروزی، اول کتاب قیام رمضان: ۱۵۵، المكتبة الأثرية، سانگلہ ہل] حضرت عمرؓ نے حضرت تمیم داریؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کو باجماعت پڑھانے کا جو حکم دیا، وہ بھی گیارہ رکعتوں کا ہی تھا، جو صحیح سند سے ثابت ہے۔ [موطا امام مالک]

۷۔ رمضان کے قیام اللیل یا تراویح میں ۲۰ رکعتوں کا معمول سنت نبویؐ کے خلاف ہے اور اس کے ثبوت میں

جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں، وہ سب ضعیف ہیں، جس کا اعتراف علمائے احناف کو بھی ہے، تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، موطا امام محمد، باب قیام شہر رمضان: ۱۳۸، طبع مصطفائی ۱۲۹۷ھ، نصب الرایۃ، علامہ زبیلی حنفی: ۱۵۳/۲، طبع مجلس علمی، داہمیل، سورت بھارت۔ مرقاة المفاتیح، ملا علی قاری حنفی: ۱۹۲/۳۔ ۱۹۴۔ مکتبہ امدادیہ ملتان، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، علامہ بدر الدین عینی حنفی: ۷/۷۷، طبع منیر، مصر، امام ابن ہمام حنفی، فتح القدیر، شرح ہدایہ: ۳۳۳/۱۔ حاشیہ صحیح بخاری، مولانا احمد علی سہارنپوری: ۱/۱۵۴، امام ابن نجیم

حنفی، البحر الرائق: ۲/۲۷، علامہ طحطاوی حنفی، حاشیہ در مختار: ۱/۲۹۵۔ رد المختار (فتاویٰ شامی) علامہ ابن عابدین حنفی: ۱/۳۹۵۔ سید احمد حموی حنفی، حاشیہ الاشباہ: ۹۔ علامہ ابوالسعود حنفی، شرح کنز الدقائق: ۲۶۵۔
 حاشیہ کنز الدقائق، مولانا محمد احسن نانوتوی: ۳۶۔ مرقا الفلاح، شرح نور الایضاح، ابوالحسن شرنبلالی: ۲۳۷۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ماہیت فی السنۃ: ۲۹۲۔ مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی نے اپنے متعدد حواشی میں اس کی صراحت فرمائی ہے مثلاً عمدۃ الرعاۃ: ۱/۲۰۷۔ تعلیق المنجد: ۱۳۸۔ تحفۃ الأخیار: ۲۸۔
 طبع لکھنؤ۔ حاشیہ ہدایۃ: ۱/۱۵۱۔ طبع قرآن محل کراچی۔ مولانا انور شاہ کشمیری کی صراحت کیلئے ملاحظہ ہو فیض الباری: ۱/۲۰۰۔ العرف الشذی: ۳۰۹۔ کشف الستور عن صلوة الوتر: ۲۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مصنفی، شرح مؤطا فارسی مع مسوی جلد: ۱، طبع کتب خانہ رحیمیہ، دہلی، ۱۳۳۶ھ وغیرہا من الکتب۔

ان تمام مذکورہ کتابوں میں سے بعض میں اگرچہ بعض صحابہ کے عمل کی بنیاد پر ۲۰ رکعات تراویح کا جواز یا استحباب ثابت کیا گیا ہے، لیکن دو باتیں سب نے متفقہ طور پر تسلیم کی ہیں کہ تراویح کی مسنون تعداد ۸ رکعات اور وتر سمیت گیارہ رکعات ہی ہیں نہ کہ بیس یا اس سے زیادہ۔ دوسری بات یہ کہ ۲۰ رکعات والی حدیث بالکل ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔

تراویح نفل نماز ہے اور ایک مومن نوافل ادا کرتا ہے تو اس سے اس کا مقصد اللہ کی رضا اور اس کا خصوصی قرب حاصل کرنا ہوتا ہے، لیکن عام مساجد میں جس طرح قرآن مجید تراویح میں پڑھا اور سنا جاتا ہے اور جتنی سرعت اور برق رفتاری سے رکوع، سجود اور قومہ وغیرہ کیا جاتا ہے، کیا اس طرح قرآن کریم اور نماز کا حلیہ بگاڑنے سے اللہ کے قرب کی توقع کی جاسکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ تیزی اور روانی میں قرآن کریم کے سارے اعجاز، فصاحت و بلاغت اور اس کے انداز و تبشیر کا بیڑا غرق کر دیا جائے اور اسی طرح نماز کی ساری روح مسخ کر دی جائے اور پھر امید رکھی جائے کہ ہمیں اجر و ثواب ملے گا، اللہ راضی ہو جائے گا اور ہم اس کے قرب خصوصی کے مستحق ہو جائیں گے، یہ سراسر بھول اور فریب نفس ہے، شیطان کا بہکاوا اور اس کا وسوسہ ہے، ہماری نادانی اور جہالت ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے قیام اللیل (تراویح) کی وہ فضیلت ہمیں حاصل ہو جو نبی ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ (من قام رمضان ایماناً و احتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ) [بخاری]
 ”جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا، اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے“۔ تو اس کیلئے ضروری ہے کہ قرآن مجید میں حسن تجوید اور ترتیل کا اور اسی طرح نمازوں میں

اعتدال ارکان کا اہتمام کریں، جیسا کہ ان دونوں باتوں کی تاکید ہے، اس کے بغیر قرآن کا پڑھنا سننا کا رُوباب ہے اور نہ تراویح و شبیوں کے اہتمام کی ہی کوئی اہمیت ہے۔

آخری عشرہ اور اعتکاف: رمضان المبارک کے آخری عشرے کی بڑی اہمیت ہے، ایک تو اس میں نبی ﷺ نہ صرف خود شب بیداری کا خصوصی اہتمام فرماتے بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔ دوسرے، اس میں لیلۃ القدر بھی آتی ہے، جس کی فضیلت خود قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔ تیسرے اس میں اعتکاف بھی کیا جاتا ہے، جس کا نبی ﷺ اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ اعتکاف نہیں بیٹھ سکے تو آئندہ سال آپ نے دس دن کی بجائے ۲۰ دن اعتکاف فرمایا۔ اعتکاف دس دن مسنون ہے، تاہم اپنی فراغت کے حساب سے کمی بیشی بھی جائز ہے۔ اس کا آغاز ۲۰ رمضان کی شام سے ہوتا ہے، معتکف مغرب کے وقت مسجد میں آجائے اور رات مسجد میں گزارے اور صبح نماز فجر کے بعد اپنی جائے اعتکاف میں داخل ہو۔

صدقۃ الفطر کے ضروری مسائل: رمضان کے آخر میں صدقۃ الفطر بھی ضروری ہے، حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے ”رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ الفطر مقرر فرمائی ہے، ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ اسے نماز عید کیلئے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔“ [صحیح بخاری] اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

- ۱۔ صدقۃ الفطر کیلئے صاحب نصاب یا صاحب حیثیت ہونا ضروری نہیں ہے، یہ ہر مسلمان پر فرض ہے، امیر ہو یا غریب۔ غریب بھی صدقۃ الفطر ادا کرے، اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کے ذریعے سے اسے اس پر پھر لوٹا دے گا۔
- ۲۔ ہر چھوٹے بڑے حتیٰ کہ غلام اور نوکر چاکروں پر بھی فرض ہے، ان کے بڑے اور آقا چھوٹوں اور ماتحتوں کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کریں۔
- ۳۔ اس کی مقدار ایک صاع ہے اور ایک صاع حجازی ڈھائی کلو کا ہوتا ہے، ہر شخص کی طرف سے ڈھائی کلو غلہ ادا کیا جائے، بہتر ہے کہ کوئی جنس نکالی جائے، لیکن اس کی قیمت ادا کرنا بھی جائز ہے۔
- ۴۔ اس کے مستحق وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوں، مساکین و غربا اور یتیم و بیوگان وغیرہ۔
- ۵۔ اسے نماز عید کیلئے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے، بعض لوگ عید گاہ پہنچ کر وہاں ادا کرتے ہیں، ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔
- ۶۔ اسے عید سے دو تین دن قبل بھی ادا کیا جاسکتا ہے، حضرت ابن عمرؓ سے عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ادا کر دیا کرتے تھے۔ (کانوا يعطون قبل الفطر بیوم او یومین) [صحیح بخاری]